OPEN ACCESS
Al-Qalam القلم
ISSN 2071-8683; E 2707-0077
Volume 29, Issue, 2, 2024
http://alqalamjournalpu.com/

تحریک پاکستان اور ھندو، مسلم و سکھ کے مابین تعلقات کا اتار چڑھاؤ

PAKISTAN MOVEMENT AND CATACLYSM OF HINDU, MUSLIM, AND SIKH'S RELATIONS

Sana Fatima

Lecturer, M. Sc. History, M.Sc. English, Linguist, Gurmukhi Expert, M. Phil. (Pak-Studies), PhD Scholar History

Abstract

Partition of Hindustan consists of a series of events and stipulations, and it's considered to be one of the most novel and crucial events of 20th century on the global scenario. History of the nature of the relations between all Hindustanis is not as elementary and mutually encountered as it appears. Although it's hard to cover entirely those circumstances and events within a few pages but this article covers it in all possible ways. This article mainly raises few questions such as: what was the nature of relationships amongst Hindus, Muslims, and Sikhs? As an outcome of this divide, what did Hindustanis achieve in terms of their interests, religion, and freedom? British who was the bourgeoisie thousands of miles away with extreme dissimilar religion, language, culture, civilization, how did they occupy this land shortly? What happened to these nations who were living united for centuries, in just 90 years (1857-1947) that they were forced to separate? When the fundamental intention for Sikhs, Muslims and Hindus was to get rid of British then why didn't they unite and collectively struggle to achieve it? This article brings under the nib of pen all facts that

KEYWORDS

True Heirs of Hindustan, Invaders, Arrival of Sufis, Emergence of Sikhism, East India Company, Outset of 'Freedom Movement 1857', Conspiracies of British Rule

Date of Publication:
26-12-2024

CC BY NC ND

led to the Partition of Hindustan and turbulence of relations between Hindustanis from time to time. The facts explain that this contravene, and distraction was more external than internal which invaders Englishmen infused into the Hindustanis by a well-thought-out plan. And history witnesses that because of this conflict and international circumstances gave a rise to '1947' that they surrendered to Hindustanis and returned to their country. Although they succeeded to get rid of British but due to their misapprehensions, voraciousness and external conspiracies Hindustan scattered badly and today this made all of them enemies to each other.

تعارف

" تقسیمِ ھند" حالات اور واقعات کی ایک ایسی مکمل سیریز پر مشتمل ھے جسے بیسویں صدی کے سب سے انوکھے اور بڑے ایونٹ میں شمار کیا جاتا ھے۔ ھندوستانیوں کے آپس میں تعلقات و روابط کی نوعیت کی تاریخ اتنی سادہ اور عام فہم نہیں جتنی دکھائی دیتی ھے۔ اگرچہ ان تمام حالات و واقعات کو چند صفحات میں سمیٹنا مشکل کام ھے مگر تحقیقی مضمون ان حالات کا ممکنہ حد تک احاطہ کرتا ھے۔ مضمون بنیادی طور پر چند سوالات اٹھاتا ھے: ھندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے مابین تعلقات و روابط کی نوعیت کیا تھی؟ 1947ء کی تقسیم کے نتیجے میں ھندوستانی اقوام نے اپنے مفادات، مذہب اور آزادی کے حوالے سے کیا کیا حاصل کیا؟ ہزاروں میل دور کے رھنے والے انگریز ایک الگ مذہب، زبان، ثقافت، تہذیب کیساتھ دیکھتے ہی دیکھتے کیسے اس خطے پر قابض ھو گئے؟ صدیوں اکھٹی رھنے والی اقوام کیساتھ محض 90 سال (1857ء-1947ء) کے عرصے میں ایسا کیا ھوا کہ وہ الگ ھونے پر مجبور ھو گئیں؟ جب سکھ، مسلمان اور ھندوؤں کا اولین مقصد انگریز سے چھٹکارا پانا تھا تو تینوں نے متحد ھو کر اس مقصد کے حصول کیلئے جد وجہد

کیوں نہ کی؟ مضمون وہ تمام حقائق زیر قلم لاتا ہے جو ہندوستان کی تقسیم اور ہندوستانیوں کے گزرتے وقت کے ساتھ تعلقات کے عروج وزوال اور کشمکش کا سبب بنتے رہے۔ حقائق سے پتا چلتا ہے کہ یہ کشمکش اور خلفشار اندرونی سے زیادہ بیرونی تھا جسے نووارد انگلستانیوں نے ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی سے ہندوستانیوں کے اذہان میں انڈیلا۔ پھر تاریخ نے خود مشاہدہ بھی کیا کہ اسی کشمکش کے نتیجے میں بشمول دنیا کے حالات نے 1947ء کو جنم دیا کہ وہ خود ہندوستان ہندوستانیوں کی مرضی کیمطابق انکے حوالے کرکے واپس اپنے ملک لوٹ گئے گویا فرار ہو گئے۔ اگرچہ تینوں انگریزوں سے چھٹکارا پانے میں کامیاب تو ہو گئے مگر آپس کی غلط فہمیوں، مفاد پرستی اور بیرونی سازشوں نے ہندوستان کو مزید بکھیر دیا اور آج انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔

ہندوستان کس کا وطن؟

یہ نصف صدی کا قصہ ہے

دو چار برس کی بات نہیں

"تقسیم ہند 1947ء" کوئی پل دو پل کا نوشتہء دیوار نہیں بلکہ بنیادی سوال یہ ہے کہ صدیوں پر محیط، نسل در نسل در نسل یونانیوں، ترکوں، عربوں، افغانیوں، منگولوں، ایرانیوں، انگریزوں کے وار جھیلتا، قدیم ترین تہذیبوں، زبانوں اور ثقافتوں کا گہوارہ ہندوستان اصل میں کس کا وطن ہے؟

خیبر پاس، شمال مغربی سرحدی علاقوں کو حملہ آوروں کیلئے ہندوستان کا داخلی راستہ سمجھا جاتا تھا۔[1] 2000 قبل مسیح میں اس خطے پر اولین حملہ آریاؤں نے کیا اور ہندوستان آباد ہوئے۔ اس کے بعد ایرانی بادشاہ دارا اول (Darius 1/521 BC- 485 BC) نے حکمرانی کی۔[2] 326 قبل مسیح میں مقدونیہ کے فاتح بادشاہ فلپ کے بیٹے

سکندر اعظم نے ھندوستان پر چڑھائی کی تو کچھ اس وقت صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔[3] اگرچہ سکندر اعظم کو نہ صرف پنجابی سپوت پورس کی زبردست مزاحمت کا سامنا رہا بلکہ شکست اٹھانی پڑی اور پورس کے ہاتھوں شکست خوردہ سکندر اعظم اور اسکی فوج کو واپس لوٹنا پڑا۔ دوسری صدی قبل مسیح میں گندھارا کے سب سے اھم حکمران یونانی بادشاہ میننڈر(Menander) جو بدھ مت میں میلنڈا(Milinda) کے نام سے جانے جاتے تھے دریائے راوی تک پنجاب پر حکمرانی کرتے رہے۔[4]

ھندوستان پر کبھی اشوک، کبھی کشن، کبھی کنشکا، کبھی موریہ خاندانوں نے حکمرانی کی، کبھی ہن قبائل نے دھاک بٹھائی۔ ریاست جموں وکشمیر کا مطالعہ کریں تو اس پر کبھی کوٹہ رانی اور کبھی ڈوگرہ خاندان نے راج کیا، اسی طرح دلی پر لودھی غوری تعلق مغل خاندان غالب رھے، کبھی دبنگ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہنجاب کا "Lord of Five Rivers" رہا تو کبھی "Lion of Mysore" ٹیپو سلطان نے راج کیا لیکن اسی سرزمین پر ایک وقت ایسا بھی آیا جب یہاں ہزاروں میل دور سے آئے ان انگریزوں کا راج قائم ھوا جن کا بلحاظ ثقافت، تہذیب، زبان، رسم ورواج، مزاج، مذھب، لباس، کھانے، قوانین، سوچ، ھندوستان کی سرزمین سے دور دور تک کوئی تعلق واسطہ نہ تھا۔

یہ کہنا بے جانہ ھوگا بلکہ یہ ایک ناقابل تردید تاریخ ھے کہ قدیم ھندوستان کی زمین کے چپے چپے پر ھندوؤں کا حق ھے کیونکہ ھندوستانیوں کا اولین مذھب "ھندومت"(Hinduism) تھا جسے ھندوستانی بڑے فخر سے جتاتے تھے اور اپنے آباؤ اجداد کا مذھب ھونے کی وجہ سے اس سے مزید گہری عقیدت، انسیت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ آج یہی نظریہ 1947ء کے بٹوارے کے بعد آج محض "بھارت" تک محدود ھو چکا ھے اور ھندوستانوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث "نظریہ ھندوتوا" کا مجسم بن چکا ھے یعنی 'ھندوستان صرف ھندوستانیوں کا' جبکہ دوسرے مذاھب

اسلام، سکھ یا دیگر بعد میں پروان چڑھے ہیں۔ ایران، افغانستان اور دیگر ہمسائیہ ممالک جہاں مذہب اسلام کی جڑیں بنیاد پکڑ چکی تھیں بلکہ یہ ممالک اسلام کے گڑھ کہلائے جانے لگے تو ان ممالک کے مبلغین، علماء اور صوفیاء نے ھندوستان ہجرت کی۔ یہاں کے مقامی باشندوں نے ان مبلغین اور ان کی تعلیمات بصورت اسلام کو خوش آمدید کہا اور یوں ھندوستان میں مذہب کی تبدیلی کی ہوا زور پکڑنے لگی۔

پندرہویں صدی کے اختتام پر ھندومت سے ہی نکلی ایک شاخ ریاست پنجاب کے ضلع تلونڈی (موجودہ ننکانہ/پاکستان) میں پروان چڑھی جس سے ایک الگ مذہب "سکھ مت" (Sikhism) وجود میں آیا اور اپنے پرامن عقائد و خیالات کے سبب پھیلتا چلا گیا۔ سکھ مسلمانوں کے بعد اس پیمانے پر پھیلنے والا ھندوستان کا تیسرا بڑا مذہب تھا۔ اس طرح ھندوستان بنیادی طور پر ھندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کی جنم بھومی ھے نہ کہ حملہ آور ترکوں، افغانیوں، منگولوں، عربوں، ایرانیوں یا فرنگیوں (سامراجیت /Colonialism) کی۔ ھندوستان پر پہلا حق ان کا ھے جو صدیوں سے اپنی زمین پر رہ رھے تھے۔ ان سے کوئی بھی ان کا وطن کیسے چھین سکتا تھا؟

اس تقسیم کے پس منظر اور پس منظر میں چھپے ظلم، جبر و استبداد اور اغراض کا سلسلہ خاصا طویل ھے۔ ھندوستان صدیوں پر محیط مختلف النسل، مختلف الاقوام اور مختلف المذاھب کی آماجگاہ رہا ھے جہاں حکمران بھی بدلتے رھے، مذاہب بھی اور تہذیبیں بھی۔ حق حکمرانی جب ھندوستان کے اصل حقداروں سے جبراً چھینا گیا تو انہی سامراجی قوتوں سے چھٹکارا پانا انہی مختلف الاقوام اور مختلف المذاھب کیلئے زندگی موت کا مسئلہ بن گیا اور یہ "انتہا" ایک طویل تاریخ پر مبنی ھے اور تلخ ماضی کی غماز ھے۔ مسلمان ھوں، ھندو یا سکھ سب کا مقصد ایک ہی تھا؛ ھندوستان میں مضبوطی سے گڑے انگریز کے شکنجوں سے خود کو آزاد کروانا۔ طرزِ حکمرانی، سازشوں، ذاتی مقاصد کی غرض سے ان

کے آپس کے تعلقات بھی بہت کشیدہ اور تلخ ہو چکے تھے جس کا انگریز نے "Divide and Rule Policy" کے تحت خوب فائدہ اٹھایا یعنی آپس میں ہی ھندوستانیوں کو لڑا کر خود حکومت کرنی چاہیے۔ انگریزوں کے بوئے بیج کا خمیازہ آج بھی سکھ، مسلمان اور ھندوؤ بھگت رہے ہیں۔

انہیں جہاں موقع ملتا تھا وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے۔ مثال کے طور پر انگریز جاتے جاتے بھی ھندوؤں اور مسلمانوں کو پانی کے مسائل میں الجھا گئے جس کی وجہ سے انٹرنیشنل بینک کو 1960ء میں بھارت اور پاکستان کے مابین پانی کی مشترکہ تقسیم کیلئے "Indus Water Treaty" سائن کروانا پڑا جس کی رو سے دریائے راوی، دریائے بیاس، دریائے ستلج کے ہیڈ کوارٹرز بھارت کو اور دریائے جہلم، دریائے چناب اور دریائے سندھ کے ہیڈ کوارٹرز پاکستان کو دیئے گئے کیونکہ پانیوں کی تقسیم بھی انگریزوں کی سازش کی بھینٹ چڑھ چکی تھی جسے اس معاہدے کے تحت رفع دفع کروانا پڑا۔ اس غلط تقسیم اور اپنی غلطی کا اعتراف 1947ء کے ھندوستانی باؤنڈری کمیشن کے چیئرمین سر سرل ریڈ کلف (Sir Cyril Radcliffe/ 1899-1977) کے تقسیم کے وقت پرائیویٹ سیکرٹری کرسٹوفر بیومونٹ (Christopher Beaumont) بھی کرتے ہیں کہ " تقسیم کے وقت آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا جھکاؤ گاندھی کی طرف بہت زیادہ تھا جس نے اسے اس قسم کی باؤنڈری لائن کیلئے مجبور کیا تھا"۔[5]

ھندوؤ جو صدیوں سے افغانی، ایرانی، ترک مسلم بادشاہوں کی حکمرانی کے ماتحت تھے اب کی بار انگریز کے تھے جس کا انہیں شدید غم و غصہ تھا۔ اس لیے ان کے مقاصد میں صرف فرنگیوں سے چھٹکارا پانا ہی نہ تھا بلکہ سکھ اور مسلمانوں پر بھی اپنا قبضہ اور رعب دوبارہ حاصل کرنا تھا جس کیلئے وہ ہر غلط درست طریقوں سے انگریزوں کا قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ھندو، مسلم اور سکھا شاہی کے زوال کا آغاز

دوسری اینگلو-سکھ جنگ میں انگلستانی فوج کے ہاتھوں سکھوں کو بری طرح شکست ھوئی اور پنجاب اور سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) برطانوی ھند میں شامل ھوا۔ آخری جنگ جو 21 مئی 1849ء کو گجرات (پاکستان) میں لڑی گئی اس جنگ نے سکھ طاقت کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب کر دیا۔ خیبر سے ستلج کے کناروں تک پھیلی سلطنت مکمل طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں میں سمٹ گئی۔[6] دنیا کا نایاب اور مہنگا ترین ہیرا "کوہ نور" چھن گیا جو صدیوں مختلف بادشاہوں کے رعب، طاقت اور غرور کی علامت رہا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بیوی رانی جند کور (جنداں) قید کی گئی۔ گویا سکھ فوج جو مہاراجہ رنجیت سنگھ (1780ء-1839ء) کے زمانے میں طاقتور اور منظم فوج تصور کی جاتی تھی، خزاں کے پتوں کی مانند بکھرتی دکھائی دی۔ رنجیت سنگھ کے انتقال کے فوراً بعد ہی سکھ طاقت کا شیرازہ اس کے نالائق جانشینوں کے باعث ریت کی دیوار ثابت ھوا جو 1849ء تک فرنگی راج سے نفرت پر اختتام پذیر ھوا کیونکہ سکھ ہمیشہ کیلئے پنجاب انگریزوں کے حوالے کر چکے تھے۔[7] اپنا حق مانگنے یا چھیننے والوں کو کون پسند کرتا ھے یا کون طاقت کے نشے میں ھوتے ھوئے کسی کا جائز اور اصولی حق دیتا ھے؟ سکھوں میں بدلے کی اور انگریزوں میں سکھوں کو دباؤ میں رکھنے کی کسک بہر صورت موجود رہی جب تک کہ 1947ء رونما نہ ھو گیا۔

جو لاوا 1857ء میں برطانوی سامراج کیخلاف ھندوؤں اور مسلمانوں کے ذہنوں میں پک رہا تھا وہی نفرت سکھوں کے دلوں میں بھی بھڑک رہی تھی۔ "تحریک آزادی 1857ء" کا پہلا سرخیل بیرک پور (لکھنؤ) کا ھندو سپاہی منگل پانڈے ثابت ھوا جو اپنے انجام کی پرواہ کیے بغیر آزادی کی اس تحریک کا وہ پہلا قطرہ ثابت ھوا جسے انگریز ہمیشہ "بغاوت" (Mutiny) کہتے ہیں۔ گویا 1857ء کی جنگ آزادی اس نفرت کا نکتہ آغاز تھا اور 1947ء اختتام۔ اسی

بغاوت اور جذبہ آزادی کا ایک اور متوالا رائے احمد خان کھرل (1776ء-1857ء) جو گاؤں جھامرہ (موجودہ فیصل آباد) کا سپوت اور انگریزوں کیخلاف نیلی بار کے علاقے میں گوگیرہ بغاوت کا سپہ سالار اور رہنما تھا، سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑا ھوا مگر سکھوں کی سادگی اور انگریز کی سازش کا شکار ھو کر 21 ستمبر 1857ء کو گشکوریاں کے قریب "نوری دی ڈل" کے مقام پر دوران نماز سکھوں اور انگریزوں کے فوجی دستے کا شکار ھو کر تاریخ میں امر ھو گیا۔[8] رائے احمد خان کھرل کو دھاڑا سنگھ کی شناخت پر گلاب سنگھ بیدی نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اس حریت پسند اور جنگجو کی شہادت انگریزوں کیلئے گویا کامیابی عظیم تھی۔[9] اس سے انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کیے: ایک سکھ - مسلم کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیا اور دوسرا اپنے راستے کا پتھر ہٹا دیا کیونکہ رائے احمد خان کھرل انگریزوں کیلئے "شیر میسور ٹیپو سلطان" کی مانند خوف اور مزاحمت کی علامت بن چکا تھا۔ پنجاب کے ہیرو رائے احمد خان کھرل کے بغیر 1857ء کی بغاوت، 1947ء کی کامیابی اور ھندوستانیوں کی اپنی مٹی سے وفا کی داستان نامکمل تصور کی جاتی ھے۔ تاریخ کی سیاہی سوکھ سکتی ھے مگر پنجاب کے اس بیٹے کی قربانی کبھی نہیں مٹ سکتی۔ 1947ء کی بنیادوں میں انہی بیٹوں اور انقلابیوں کا خون ھے جس نے اپنا رنگ دکھایا ھے۔

انگریزوں کی پالیسیاں سکھوں، ھندوؤں، مسلمانوں کیلئے قابل قبول نہ تھیں بلکہ "آ بیل مجھے مار" کے مترادف تھیں۔ 1903ء میں تقسیم بنگال کی مخالفت میں پرزور "سوادیشی تحریک"[10]، 1907ء میں "Anti-Colonization Bill" اور "Punjab Alienation Amendment Bill" کے جلسے جلوسوں اور احتجاجوں[11] نے ان نفرتوں کو مزید ھوا دی اور بھگت سنگھ، تحریک غدر (1913ء)، اکالی ببر فورس (1916ء)، ھندوستان سوشلسٹ ریپبلکن (HSR) جیسی انقلابی تحاریک اور بغاوتی اذہان کو جنم دیا۔ اس سے قبل بھی 1849ء

کی کوکا تحریک (Kuka Movement) اور اب 1857ء کی تحریک آزادی ایک بہت بڑے پیمانے پر بغاوتوں کا آغاز تھیں مگر ان کا دہشت گردانہ سوچ اور مقاصد سے قطعی کوئی لینا دینا نہ تھا۔[12]

اٹھارویں صدی میں مغل بادشاہ اورنگزیب کے ایماء پر سکھوں کے نویں گرو تیغ بہادر کو قید کیا گیا تھا اور بادشاہ اورنگزیب ہی ان کے دسویں اور آخری گرو گوبند کے دونوں بیٹوں کو قتل کرنے کا بھی ذمہ دار تھا۔ اس لیے مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے انہوں نے اسی موقع کو غنیمت جانا۔[13] سکھوں نے 1857ء کی تحریک آزادی کے موقع سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں سے بھی ظلم و ناانصافیوں کے حساب برابر کرنے کا تہیہ کیا جو مسلمان ماضی میں ان پر ڈھا چکے تھے۔

دوسری طرف برطانوی راج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کیخلاف مسلمانوں کی نفرت اور انتقامی جذبہ شیر میسور ٹیپو سلطان کی شہادت، 1757ء میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کی انگریزوں کے ہاتھوں شکست، مغل سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے عبرتناک انجام کے باعث دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ غرض ھندوستانیوں کیلئے دن بہ دن انگریزوں کا راج انکی نفرت میں اضافے کا سبب بن رہا تھا لیکن یہ درست ھے کہ صدیوں اکھٹی رھنے والی اقوام مسلمان، ھندؤ اور سکھ کے آپس کے تعلقات بھی آپس میں کم و بیش کشیدہ رھے تھے مگر اب کی بار ان کی نوعیت مختلف تھی۔ اسی کشیدگی کو بھانپ کر انگریز نے سازش کے تحت "Divide and Rule Policy" کو ہتھیار بنایا کہ ھندوستانیوں کو آپس میں لڑا کر حکومت کرنی چاہیے۔

سکھ - مسلم تعلقات کی ابتدائی نوعیت

تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ سکھوں اور مسلمانوں کے روابط آغاز میں بہت گہرے تھے۔ سکھ گروؤں، مسلم صوفیاء اور علماء میں گہرا قرب پایا جاتا تھا۔ سکھوں کے روحانی پیشوا بابا گرونانک (پیدائش بمقام تلونڈی موجودہ ننکانہ، پاکستان/1469ء-1539ء) کے مذہبی عقائد بھی مسلمانوں کی طرح تھے جیسے سکھ اور مسلمان دونوں خدائے واحد(Tauheed/Oneness of God) کی عبادت پر یقین رکھتے تھے، اسی کے آگے ماتھا ٹیکتے تھے، ,مورتیوں کی پوجا نہیں کرتے تھے، انسانی بھائی چارے پر یقین رکھتے تھے,ان دونوں کے ھاں لنگر تقسیم کرنے اور شہید کا تصور یکساں تھا۔ حتی کہ سکھوں کی مقدس کتاب "سری گرنتھ صاحب"(ਸ੍ਰੀ ਗਰੰਥ ਸਾਹਿਬ)کے متعدد اشلوکوں میں مسلمان صوفیوں کے حوالہ جات شامل تھے۔ سکھ بانی گرونانک نے خود بھی ھندوؤں کے عقائد اور رسم ورواج کا انکار کیا، قرآن پاک بمعہ ترجمہ پڑھا، حج کیا، حضرت محمد ﷺ کیساتھ اپنی واضح اور واشکاف الفاظ میں وابستگی وعقیدت کا اظہار کیا۔

اتنے گہرے اور پر امن تعلقات میں پھر کیسے نفرت اور انتقام کی آمیزش ھوئی؟

دراصل سکھ اور مسلمانوں کے مابین جان بوجھ کر ایسی منظم اور گہری غلط فہمیاں پیدا کی گئیں جس سے دونوں میں نفرت پروان چڑھی۔ ھندو یہ حقیقت نہیں ہضم کر پارہے تھے کہ ھم ہی سے جدا ھوا ایک مذہب پروان چڑھے، پھلے پھولے، اس کے گروؤں کی طاقت اور مقبولیت میں اضافہ ھو۔[14] کیونکہ اس سے ان کے آباؤاجداد کے قدیم مذہب "ھندو مت" کی بقاء وسعت اور رعب کم ھونے کا اندشہ تھا۔ اسلیے ھندوؤں نے سکھوں کی سادگی اور معصومیت کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔[15] پھر تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ کیسے مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر نے

گرونانک جی کیساتھ ادب، احترام اور شفقت کا سلوک روا رکھا۔ گرونانک جی نے شہنشاہ بابر کی حکمرانی کی طوالت کیلئے خدا سے خاص طور پر دعاء بھی کی۔[16] شہنشاہ جلال الدین اکبر بھی سکھوں کے تیسرے گرو امر داس(1479ء-1574ء) کیلئے بہت عزت و تکریم رکھتا تھا۔ اکبر نے گمٹالہ سلطان اور کچھ دوسرے گاءوں، گرو رام داس (1534ء-1581ء) کو تحفتاً بھی نوازے جو گرو امر داس کے بعد گرو کے منصب پر فائز ھوئے۔[17] سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو (1563ء-1606ء) چندو لال جیسے لوگوں کی سازشوں کے زریعے قتل کے مقدمے میں ملوث تھے۔ چونکہ کیس میں کچھ نہیں تھا اس لیے اکبر نے اسے مسترد کر دیا تھا۔[18]

اسی طرح شہنشاہ جہانگیر نے ایک شاندار قطعہ ءاراضی گرو ارجن دیو کو تحفتاً پیش کیا تھا۔ گرو ارجن شہنشاہ جہانگیر کی نظر میں بہت محترم و مقدم حیثیت کے حامل تھے۔ یہاں بھی ھندوؤں نے سکھ-مسلم تعلقات میں رخنہ ڈالنے کی ایک بار پھر کوشش کی اور چندو لال اور پرتھوی چاند نے گرو ارجن دیو کیخلاف ایک متازع کیس بنایا جسے جہانگیر نے مسترد کر دیا۔[19] پھر شہنشاہ سے شکایت کی کہ سکھوں کی "سری گرنتھ صاحب" پر بھی اعتراض اٹھایا کہ سکھوں کی یہ کتاب اسلام اور دوسرے مذاہب کیخلاف غلط مواد رکھتی ھے۔ یہاں بھی ھندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی جب بادشاہ نے اس کتاب کو بغور سنا۔ غرض ھندوؤں نے سکھ-مسلم تعلقات کشیدہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور بالآخر گرو ارجن کو کسی اور بہانے سے گرفتار کروایا اور جیل میں ڈلوایا جہاں وہ قید میں ہی انتقال کر گئے۔ اور یہ ساری کاروائی چندو لال اور اسکے ساتھیوں کے لاھور کے گورنر سے گہرے تعلقات کی وجہ سے پایہء تکمیل تک پہنچنے میں کامیاب ھوئی تھی۔[20]

سکھ - مسلم تعلقات کو اس سفاکی سے پنکچر ڈ کیا گیا کہ گرو ارجن کی گرفتاری اور قید بادشاہ جہانگیر کے علم میں ہی نہ تھی۔ گویا ان دونوں کو آپس میں لڑانے کیلئے ھندوؤں اور انگریزوں نے ہر ممکن جتن کیے۔ ورنہ دو مذاہب کی دوستی کی بہترین مثال تاریخ میں سنہری حروف سے درج ھے جو کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ کیسے سکھ مذہب کی مرکزی اور روحانی علامت "سنہرا مندر" (Golden Temple/ دربار صاحب، امرتسر) کا سنگ بنیاد صوفی بزرگ میاں میر نے شہنشاہ جہانگیر کی درخواست پر رکھا تھا۔

یہ مسلمان صوفی بزرگ میاں میر ہی تھے جنہوں نے گرو ارجن دیو کے بعد بننے والے گرو ہرگوبند کا مقدمہ لڑا جس پر جہانگیر نے معاملے کی انکوائری کا حکم دیا اور تمام سازش اور حقائق سامنے آنے پر نہ صرف چندولال اور پرتھوی کو گرو ارجن کے قتل کے جرم میں اس کی جائیداد ضبط کر لی بلکہ چندولال کو گرو ہرگوبند کے حوالے کیا کہ جیسے چاہے اس سے گرو ارجن کے قتل کا بدلہ لے لے۔[21] لہٰذا یہ کہنا کہ سکھوں کی مسلمانوں سے ہمیشہ سے عداوت تھی بے بنیاد ھے۔ ایک باقاعدہ سوچی سمجھی منصوبہ بندی سے سکھ - مسلم دوستی کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی۔[22]

سکھوں کے نویں گرو تیغ بہادر (1621ء-1675ء) کے قتل کی درست تاریخ بھی یوں ھے کہ بادشاہ اورنگزیب کا گرو سے کوئی ذاتی عناد ہرگز نہ تھا بلکہ انہوں نے کشمیری برہمن ھندوؤں کے اکسانے پر ہی بادشاہ سے بغاوت کی تھی اور اس کے سامنے جھکنے سے انکار کیا تھا۔ کشمیری برہمن ھندو خود گرو تیغ بہادر کے پاس سہارا لینے کیلئے آئے اور ان سے دروغ گوئی کی کہ انہیں اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جارہا ھے لہٰذا ہماری مدد کی جائے۔ اس لیے گرو تیغ نے ھندوؤں کی مدد کیلئے علم بغاوت بلند کیا. یہ ھندوؤں کی سازش ہی تھی کہ سکھوں کو حکومت سے لڑایا جائے، جس کے نتیجے میں شہنشاہ اورنگزیب نے ان بغاوتوں کو کچلا اور ان کا سر قلم کیا۔ یہ سانحہ بھی اس لیے وقوع پذیر ھوا کہ

اورنگزیب یہاں سے دور دکن میں موجود تھا اور بغاوت کی یہ سازش ھندو راجاؤں نے انند پور کے قلعے کو ہتھیانے کیلئے تیار کی تھی جو سکھ گروؤں کا مرکز تھا، صرف اس لیے کہ وہ راجہ گروہر گوبند سے بغض و عناد رکھتے تھے۔[23] یہ ھندو تھے جن کی چالوں کی بھینٹ سکھ - مسلم تعلقات چڑھتے رہے۔ یہ ھندو ہی تھے جو سچ کو چھپاتے اور حالات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہے جن سے غلط فہمیاں اور کشیدگیاں جنم لیتی رہیں۔ یقیناً اس میں مسلمانوں اور سکھوں کی بری قسمت کا بھی عمل دخل تھا۔ مسلمان تو سکھوں کے "وحدانیت / توحید" (Tauheed/Oneness of God) کے عقیدے پر ہی دل سے فدا تھے۔ اس لیے یہ اخذ کرنا آسان تھا کہ ان سب کی وجہ "مذہب" تھا جس کو استعمال کر کے ان دونوں میں رخنہ ڈالنے کی کوششیں ھوتی رہیں۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ بابا گرونانک کی جنم بھومی ھونے کے باعث پنجاب سکھوں کا اصل وطن بلکہ آبائی گھر تھا۔ ان کے تمام تر مقدس مقامات اور روحانی عقائد کا محور تھا، سکھوں کی عظیم اور منظم فوج سے تاریخ میں سنہری حروف سے رقم حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ (گوجرانولہ، پاکستان) کی جنم بھومی، آزادی کے سرخیل بھگت سنگھ (بنگہ نزد جڑانوالہ، پاکستان) کی جنم بھومی، راوی کنارے کرتارپور قصبہ (ਗੁਰਦੁਆਰਾ ਸਾਹਿਬ ਕਰਤਾਰਪੁਰ, تحصیل شکر گڑھ نزد ڈسٹرکٹ نارووال، پاکستان) کی سرزمین جہاں گرونانک نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے، لیکن وہیں یہ پنجاب لاکھوں ھندوؤں اور مسلمانوں کی اکثریت پر بھی مشتمل تھا۔

شورش اور انتشار کا عروج

رولٹ ایکٹ "1919Rowlett Act" دراصل وہ امتناعی قوانین تھے جو ایک انگریز جج سر ڈزنی رولٹ کی سربراہی میں قائم کردہ کمیٹی کی سفارشات پر منظور کیے گئے تھے جس کا مقصد پہلی جنگ عظیم کے بعد پنجاب، بنگال و دیگر

علاقوں میں اٹھنے والے شورش کا قلع قمع کرنا اور ھندوستانیوں پر پر تشدد اور انقلابی کاروائیوں کا آغاز تھا۔ ان قوانین کے تحت بیوروکریسی کو مکمل اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کسی کو بھی نظر بند کر سکتی ھے، اخبارات اور متنازع لٹریچر پر پابندی عائد کر سکتی ھے۔[24] پنجاب انگریز سامراج کے شکنجے میں بری طرح پھنس چکا تھا۔ "سانحہ جلیانوالہ باغ 1919ء" کی بربریت جس میں 2000 سے زائد "بیساکھی تہوار" مناتے سکھ خون میں نہا گئے۔ جلیانوالہ باغ کا یہ خونیں حادثہ محض جنرل ڈائر کی فرعونیت ہی نہ تھی بلکہ اسکے لیے لیفٹیننٹ گورنر مائیکل اوڈائیر بھی ذمہ دار تھا جو مئی 1913ء سے مئی 1919ء تک پنجاب کا حکمران تھا۔ اس بربریت کا مقصد ہی پنجاب کے ان تعلیم یافتہ تنظیموں، جماعتوں اور باشعور لوگوں کے ذہن کچلنا تھے جو انگریز سرکار کے خلاف آواز اٹھا رھے تھے چاہے وہ ھندو ھوں، سکھ یا مسلمان۔[25] اپنے خلاف آواز بلند کرنے والوں اور آزادی کیلئے لڑتے متوالے اور جنگجو ھندوستانیوں کی روش کو بھانپ کر برطانوی سرکار ان پر "باغی" کا ٹھپہ لگا دیتی تھی۔ سانحہ جلیانوالہ باغ کے بعد مارشل لاء نافذ کر دیا گیا جو پنجاب کی تاریخ کا سب سے پہلا مارشل لاء تھا۔ درحقیقت ان سارے واقعات نے برطانوی سامراجیت کا اصل چہرہ بے نقاب کر دیا تھا۔ کہنے کو تو پنجاب کا پہلا مارشل لاء 1919ء میں نافذ ہوا مگر حقیقت تو یہ تھی کہ گذشتہ 90 سالوں سے مقبوضہ پنجاب اور ھندوستان برطانوی مارشل لاء کی زد میں ہی تھے۔

گاندھی نے 21 جولائی 1919ء کو اینٹی رولٹ ایکٹ تحریک، جو بہت زور و شور سے شروع کی، معطل کر دی جس میں پنجابی عوام کی بے مثال قربانیاں رائیگاں گئیں کیونکہ گاندھی کی جاری کردہ اس تحریک میں پنجاب کی عوام نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا تھا گویا یہ گاندھی کی بورژوا موقع پرستی اور منافقت کی بہترین مثال تھی۔[26] برطانوی سامراجیت کے تحت جب جمہوری اداروں نے اپنا کام شروع کیا تو مختلف مذاہب و اذہان کے مجموعے "خطہ ء پنجاب"

پر سب سے زیادہ اثرات مرتب کیے۔ اور یہاں بھی ھندوؤ مسلمانوں کیخلاف ہر جائز و ناجائز طریقے سے ہر سطح پر سکھوں سے قریب ھونے میں کامیاب ھو گئے اور مسلمانوں کیخلاف ان گنت اختلافات کے باوجود سکھ اور ھندوؤ آپس میں ایک ھو گئے۔ حتیٰ کہ سکھوں نے اپنی انفرادی اور کمیونل شناخت کو ھندوؤں کے تابع کر دیا۔

اسی سکھ-ھندوؤ اتحاد کا پہلا مظہر سکھوں اور مسلمانوں کو سیاسی حقوق دینے والے "Communal Award 1932" میں سامنے آیا جو باعث تشویش بنا جب پنجاب صوبائی اسمبلی میں 55% اکثریتی آبادی ھونے کے باوجود صرف 49% سیٹیں مسلمانوں کو دی گئیں جبکہ پنجاب کی کل آبادی کل 13% ھونے کے باوجود سکھوں کو 20% سیٹیں دی گئیں۔ اسکے باوجود سکھ صرف اپنے نمبرز کو اہمیت دے رھے تھے کیونکہ اس طرح سے وہ پنجاب اسمبلی میں اپنا "ویٹو" کا حق حاصل کر سکتے تھے۔[27] جبکہ دوسری جانب مسلمان اکثریت اور طاقت میں ھونے کے باوجود پنجاب میں اپنی وزارت نہیں بنا سکے تھے۔ گویا وہ خود کو مجبور و لاچار تصور کر رھے تھے کیونکہ اس فیصلے نے یک لخت ان کی اکثریت کو اقلیت میں بدل کر انہیں سیاسی میدان میں تنہا کر دیا تھا۔ کانگریس میں بھی اس کی بھرپور گونج سنائی دی مگر گاندھی ان ایوارڈز کے پس پردہ وجوہات کا ذمہ لینے سے انکار کرتے رھے۔

بھارتی اخبار "New Herald" کے ایڈیٹر اور "1919Rowlett Act" کیخلاف متنازع تحریر لکھنے والے بلکہ جیل کاٹنے والے کانگریس صدر سردار سردل کاویشر سنگھ (Sardar Sardul Kavishar 1886-1963/Singh) لکھتے ہیں؛

> "I suggest to Gandhi that instead of saying 'we neither accept it (Communal Award) nor reject it' we should say we both reject it and

accept it. But the pity was he couldn't see that his own position was equally laughable"[28]

سکھ اور انکی تمام پارٹیوں نے "1931-32Round Table Conference" میں بھی متفقہ طور پر آزاد پنجاب کا مطالبہ کیا تھا۔ اس بات کا واضح ثبوت گر بچن سنگھ اور لال سنگھ گیانی اپنی کتاب "*The Idea of Sikh State*" میں ان الفاظ کیساتھ دے چکے ہیں؛

"The demand at that stage was, however, not for a separate Sikh State, it was for the splitting up of the Punjab, so as to alienate some western Districts with an overwhelming Muslims majority from the province and leave a smaller province, also more compact and homogeneous, for which the pressure of a permanent Muslims majority would be lifted."[29]

سکھ ھندوؤں سے قریب ھونے کی وجہ سے گاندھی جی پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگے تھے اور گانگریس کے بھی دھوکے میں آ گئے تھے۔ گاندھی نے سکھوں کو یہ ایشو لارڈ ارون سے حل کروانے کی یقین دہانی بھی کروائی لیکن جب گاندھی اور گانگریس نے ملاقات میں اس ایشو کی بجائے "کمیونل ایوارڈ" کی سرے سے مخالفت ہی نہ کی تو سکھ اس سے بہت دل برداشتہ ھوئے. اور یہی وہ موڑ تھا جب سکھوں نے ھندوؤں سے ہاتھ چھڑا لیا اور پنجاب کے مستقبل کے حوالے سے یہ حقیقت بھی سمجھ لی کہ اپنے مفادات کی خاطر انہیں واپس مسلمانوں کے ساتھ جڑنا ھو گا۔ یہاں ایک اور "تاریخی قتل" کی وضاحت لازم ھے کہ 1930ء کے "خطبہ آلہ آباد" میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کیلئے کسی "آزاد ریاست" کا خواب دیکھا اور نہ ہی مطالبہ کیا بلکہ علامہ اقبال نے انگریزوں کے سامنے مسلم اکثریتی صوبوں جن میں پنجاب، سندھ، بلوچستان، افغانیہ اور کشمیر کو یکجا کر کے ایک ایسی مسلمان ریاست کا تصور پیش

کیا جو بے شک انگریز کے تابع ھو مگر اپنے مذہب، عقائد، ثقافت اور حقوق کے لحاظ سے مکمل با اختیار ھو۔ اس تصور کو مسلمانوں کے حلقے میں بہت سراہا گیا۔

مسجدِ شہید گنج کے سانحے نے سکھ - مسلم دراڑ کو مزید گہرا کر دیا۔ لیکن یہاں یہ بات قابلِ ذکر ھے کہ ھندوؤں اور مسلمانوں کے لیے صرف پنجاب ہی سب کچھ نہ تھا بلکہ ان کے بنیادی مذہبی و معاشرتی حقوق کا خواب اور سامراجیت سے آزادی پورے ھندوستان سے منسلک تھی جبکہ سکھوں کیلئے صرف اور صرف پنجاب ہی جینا مرنا تھا۔ سکھ پنجاب سے آگے کی سوچ ہی نہیں رکھتے تھے۔ 23 مارچ 1940ء کو "قرارداد لاھور" منظور ھونے کے بعد سکھ خالصہ نے بہت جارحانہ سلوک کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان جس آزاد پاکستان کیلئے انگریز سے متحد ھو کر نبرد آزما تھے اس میں پنجاب ایک لازمی اور بڑا حصہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سکھ مسلمانوں کے اس مطالبے سے برملا ناراضی کا اظہار کر رھے تھے۔[30] کیونکہ وہ اپنا وطن (ریاست پنجاب) کسی کو بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔ اسی لیے سکھوں نے "قرارداد لاھور 1940ء" پر کچھ زیادہ پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا کیونکہ برصغیر کے مسلمانوں کے علیحدہ ملک کی طرح وہ بھی اپنے لیے الگ سکھ ریاست یعنی "آزاد خالصتان" کیلئے پر زور آواز اٹھا رھے تھے؛

> "The All-India Akali Conference held at Vahila Kalan in Lyallpur District, in which leaders from all over India participated, passed on 24th July 1942, a resolution demanding the readjustment of the boundaries of the Punjab. The working committee of the Sharomani Akali Dal, the national political organizations of the Sikhs, demanded the establishment of Azad Punjab by its Resolution dated the 7th June 1943."[31]

گویا سکھ، ھندوٗ اور مسلمان تینوں کے مابین پنجاب کے کنٹرول کیلئے اپنے اپنے مفاد کی جنگ جاری تھی۔ سکھ اپنی الگ ریاست کیلئے نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اکثریت ان کے اس مطالبے پر حاوی ھو جائے۔ سو اس مقصد کیلئے وہ پھر سے پر امید ھو گئے کہ ھندوٗ ان کے ساتھ مل جائیں تو وہ دونوں اکثریت بن کر پنجاب پر جنگ جیت سکتے ہیں۔ اس سارے تناظر میں نہ تو تینوں (سکھ، مسلم، ھندوٗ) انگریز کیخلاف ایک مشترکہ مقصد کیلئے متحد دکھائی دیئے اور نہ ہی انکا آپس میں کوئی اتفاق نظر آ رہا تھا بلکہ یہ ساری صورتحال تناؤ کا شکار تھی۔ سکھ-مسلم تعلقات ریاست پنجاب کی وجہ سے تو کچھ زیادہ ہی کشیدہ اور کھچاؤ کا شکار تھے۔

اس اثناء میں اکالی لیڈر سردار اجیت سنگھ نے مسلم لیگ کوہاٹ (پشاور) کی کابینہ کو جوائن کر لیا۔[32] 1945-46ء کے عام انتخابات بھی سکھوں کیلئے کافی حیران کن بلکہ پریشان کن تھے کیونکہ (قائد اعظم) محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کی مقبولیت اور ان کا "مطالبہ پاکستان" ایک پہاڑ کی صورت میں کھڑا دکھائی دے رہا تھا جسے ایک مضبوط اور بلند و بالا عمارت کی مانند گرانا بلکہ ہلانا بھی ممکن نہ تھا۔ گویا پاکستان کا بننا ناگزیر ھو چکا تھا جس سے سکھوں اور ھندوؤں کے اپنے مفادات ڈوبتے دکھائی دے رھے تھے۔ اور ظاہری سی بات ھے کہ الیکشن رزلٹ نے انگریز سرکار کو بھی جھنجھوڑ دیا اور مجبور کیا کہ وہ کیبنٹ مشن کو بھیجیں تاکہ دونوں اکثریتوں یعنی ھندوٗ-مسلم کو باضابط طریقے سے آزادی کی پیشکش کریں۔ لیکن ایسی صورت میں سب سے زیادہ خسارے میں سکھ جا رھے تھے کیونکہ وہ سب سے بالکل الگ کر دیئے گئے تھے۔ ایسی صورت میں تو ھندوؤں کو چاہیے تھا کہ وہ سکھوں کو ساتھ لے کر چلتے کیونکہ وہ خود مفاہمت کیلئے ھندوؤں کی مزید سپورٹ چاہ رھے تھے لیکن یہاں ایک بار پھر انہوں نے سکھوں کا استحصال کیا اور سکھوں کی سادگی نے انہیں ایک بار پھر ڈبو دیا۔

سکھوں نے برملا کیبنٹ مشن پر وپوزلز سے اختلاف کیا اور گاندھی جی کے کہنے پر اپنے سکھ نمائندوں کو قانون ساز اسمبلی میں نشستیں لینے کی اجازت دی۔ قانون ساز اسمبلی میں مسلم لیگ نے شرکت نہیں کی تھی۔ ایسا بھی نہیں کہ مسلمان لیڈران نے سکھ لیڈران سے اس معاملے پر کوئی بات چیت نہیں کی بلکہ اصل وجہ ضرورت سے زیادہ بڑھتا سکھ - ھندو اتحاد تھا جس کی وجہ سے وہ کسی اور کو سننے کیلئے آمادہ نہ تھے۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی لکھتے ہیں کہ پٹیالہ کے مہاراجہ نے خود یہ اعتراف کیا ھے کہ ایک 'سکھ ریاست' کی پیشکش جناح کی طرف سے کی گئی تھی۔ 1959ء میں، ایک یادداشت کے طور پر وہ مہاراجہ کے الفاظ یوں تحریر کرتے ہیں؛

> "No unbiased observer, therefore, would agree with the criticism that the Muslim League did nothing to reassure and conciliate the Sikhs."[33]

اس سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ جیسے مسلمان اپنے لیے آزاد اور بااختیار ریاست کے خواہاں تھے ویسے ہی وہ سکھوں کیلئے بھی چاہتے تھے۔ لیکن ھندو لیڈران کا معاملہ کچھ یوں تھا کہ وہ میدان میں دونوں اطراف سے بلکہ تین اطراف سے کھیل رہے تھے: انگریز سے نجات کیلئے، مسلمانوں پر غالب آنے کیلئے اور تیسرا سکھوں کو قابو میں رکھنے کیلئے۔ 1849ء میں مسلمان اکثریتی ریاست جموں و کشمیر، جس پر سکھا شاہی کا مکمل راج تھا، وھاں ہمیشہ سکھ راجاؤں اور مہاراجوں کی خودمختاری و حکمرانی مچلتی رھتی تھی، رنجیت سنگھ کے انتقال کے بعد اس کے نااہل جانشینوں نے 7 اکتوبر 1947ء کو کشمیر خود اپنے ہاتھوں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے برطانیہ کے حوالے کر دیا۔

ان تمام گھمبیر مسائل اور پیچیدہ تعلقات کے علاوہ انگریز جاتے جاتے بھی غلط سرحد بندی سے ھندوؤں اور مسلمانوں کو پانی کے مسائل میں بری طرح الجھا گئے جس کی وجہ سے 1960ء میں ورلڈ بینک (World Bank) کو بھارت اور

پاکستان کے مابین بالآخر "Indus Water Treaty" سائن کرنا پڑا۔ پانیوں کی یہ تقسیم بھی انگریزوں کی سازش کے تحت ہی 1947ء میں پیدا کردہ تھی جس میں دونوں ممالک کئی دہائیاں دست و گریباں رہے بلکہ آج بھی ہر پال سیکٹر (Working Boundary Sialkot, Punjab) سے دریاؤں کے ہیڈ کھول دینے سے پاکستانی علاقے زیر آب آجانے سے پاکستانی سرحدی دیہاتوں میں سیلاب آجاتا ھے کیوان ہیڈز کا کنٹرول بھارت کے پاس ھے۔

مسلمان اکثریت ریاست کشمیر جس پر افغان درانیوں نے تقریباً 67 سال (1752ء-1819ء) حکومت کی لیکن سکھوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ھونے کے بعد یہیں سے سکھوں کے بے مثال عہد حکمرانی کے عروج کا آغاز ھوا۔[34] ریاست کشمیر پر ڈوگرہ خاندان کے بانی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت قائم ھوئی، ہرچند کہ افغان اور سکھ دونوں کے عہد حکومت میں کشمیری عوام ظلم و جبر کا ایک جیسا شکار رھے۔[35] تخت لاھور اور کشمیر پر حکومت کرنے والا سخت گیر اور بے رحم مہاراجہ رنجیت سنگھ انگریزوں کیلیئے ایک مکمل سر درد بنا ھوا تھا۔ 1839ء میں رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد انگریزوں کو سکھوں کو اپنے جال میں پھسانے کا سنہری موقع مل گیا.[36] کیونکہ رنجیت سنگھ نے اپنے بعد کمزور اور نااہل جانشین چھوڑے جس کی وجہ سے متعدد سکھ - اینگلو جنگوں کے بعد 1846ء تک حالات انگریزوں نے اپنی گرفت میں کر لیئے۔ انگریزوں کی ایک عرصے سے پنجاب اور کشمیر پر نظر تھی کیونکہ وہاں سکھوں کی ایک مضبوط حکومت قائم تھی۔

9 مارچ 1846ء کو اس اینگلو- سکھ جنگ کا اختتام "معاہدہ لاھور" پر ھوا جس سے راجہ گلاب سنگھ ریاست کشمیر کے بااختیار و خود مختار حکمران بن گئے اور "معاہدہ لاھور" جسے "معاہدہ امرتسر" بھی کہا جاتا ھے، کی اس شق کو عملی جامہ پہنانے کے لیے، 16 مارچ 1846ء کو امرتسر میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان طے پایا جس کی رو

سے راجہ گلاب سنگھ اور ہری سنگھ جیسے ظالموں نے 75 لاکھ نانک سکوں کے عوض ریاست کشمیر انگریزوں کو بیچ دی۔[37] اس سانحے کا ذکر ڈاکٹر محمد علامہ اقبال ان لفاظ میں کرتے ہیں؛

دہقان وکشت وجوئے خیاباں فروختند

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند!

یعنی اپنی کمزوریوں، بے وقوفیوں اور بزدلی سے دہائیوں پر محیط اپنی ہی حکومت چند روپوں کے عوض فروخت کرنا پڑی۔ اختیارات کے اتار چڑھاؤ اور سلطنت کے زیر و بم کی تقریباً ایک صدی پر محیط حکمرانی کے بعد جب 3 جون 1947ء کو تقسیم کا وقت آیا تو اس وقت کے مہاراجہ ہری سنگھ حق حکمرانی سے دستبردار ھونے کیلئے راضی نہ تھے مگر زمینی حقائق مہاراجہ کے خلاف تھے۔ ایسی صورت میں ہری سنگھ کے پاس تین آپشنز تھے: پاکستان سے الحاق، ھندوستان سے الحاق یا کشمیری خود مختاری۔ تاریخ کے اس نازک اور فیصلہ کن موڑ پر سکھ مہاراجہ نے خود مختار رھنے کے چکر میں ھندوستان کیساتھ الحاق کر کے ایک بار پھر مایوس کن فیصلہ کیا۔ آج 77 سال گزر جانے کے بعد بھی سکھ نہ صرف آدھا پنجاب گنوا بیٹھے ہیں، کشمیر سے بھی مکمل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں بلکہ آج بھی بھارت میں "تحریک خالصتان" کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ادھر ھندوؤں کو آزاد پاکستان بھی زیادہ دیر ھضم نہ ھوا اور بذریعہ "مکتی باھنی تحریک" اور "اگر تلہ سازش" 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش کی صورت میں "سقوط ڈھاکہ" کرنے میں کامیاب ھو گیا۔ اگر بنگلہ دیش 1971ء میں الگ نہ ھوتا تو اس وقت پاکستان نے "دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست" کا اعزاز اپنے سر پر سجایا ھوتا۔

حاصل کلام

یہ درست ھے کہ ھندوستان سے انگریزوں کے پنجے اکھیڑنے میں سکھ، مسلم اور ھندوؤ تینوں نے بھرپور اور مسلسل جدوجھد کی، قربانیاں دیں، اپنے عزائم، مقاصد اور عقائد کے لیے وہ برطانوی راج کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ھوئے مگر ان کے آپس کے تعلقات اور بے اعتمادی نے کسی کو بھی اس کے مقصد میں مکمل کامیابی حاصل نہیں کرنے دی۔ سکھ اپنے مقصد "پوراپنجاب" کیلئے، جس میں بہت حد تک وزن بھی تھا، کوشاں تھے مگر اکثریت نہ ھونے اور ھندوؤ رہنماؤں کے سچے جھوٹے بلکہ کھوکھلے دلاسوں کی وجہ سے تذبذب کا شکار رھے بلکہ 1947ء میں اپنے پنجاب کو ٹوٹنے سے بھی نہ بچاسکے۔ ایک طرف ھندوؤ مشرقی پنجاب کیساتھ ھندوستان آزاد کروانے میں کامیاب ھوگیا تو دوسری طرف مسلمان مغربی پنجاب کیساتھ آزاد پاکستان آزاد لینے میں کامیاب ھوگئے لیکن بیچ میں سکھ جو آج بھی ھندوؤ سرکار سے "خالصتان" کیلئے آوازیں بلند کر رھے ہیں۔ اسے سکھوں کی سادگی کہا جائے یا بدقسمتی، ھندوؤں کی منافقانہ روش یا مکارانہ ذہنیت کہ وہ آج تک آزاد اور خودمختار "سکھ ریاست" کیلئے ترس رھے ہیں جس کی زندہ مثال آج بھارت میں ابھرتی علیحدگی پسند تحریک "آزاد خالصتان" اور اسی سلسلے میں کینیڈا میں اس تحریک کے روح رواں ہردیپ سنگھ نجھر کا قتل ھے۔ آج سکھ کشمیر پر بھی اپنی حکمرانی گنوا چکے ہیں۔ یا پھر شاید سکھ موقع کی مناسبت سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے!

بظاہر ھندوستان انگریز سے چھٹکارا پانے میں کامیاب تو ھوگیا لیکن سکھوں، مسلمانوں اور ھندوؤں کے آپس کے مسلسل، بدلتے بگڑتے تعلقات اور مفادات کی وجہ سے مسلمان نہ تو مکمل پاکستان بشمول کشمیر و بنگلہ دیش حاصل کرسکے، سکھ پنجاب کو تقسیم سے بچاسکے، نہ "آزاد خالصتان" بشمول کشمیر حاصل کرسکے اور نہ ھندوؤ "اکھنڈ بھارت" کو

متحد رکھ سکے بلکہ بنگلہ دیش کو بھی اپنے ساتھ نہ جوڑ سکے۔ یہی وجہ ھے کہ انگریز تو چلا گیا مگر آج تک نہ سکھ مطمئن ہیں، نہ ھندؤ اور نہ ہی مسلمان۔ دیکھا جائے تو یہ تینوں اپنے مقاصد میں آج بھی ادھورے اور ناکام ہیں۔ آج پاکستان اور بھارت نیوکلیئر صلاحیتوں کے مالک بھی ہیں مگر آپس میں دست و گریباں بھی۔ صرف پانیوں کی غیر منصفانہ تقسیم پر ہی دونوں ممالک معاہدوں کے باوجود تلخ کلامی، تعلقات میں کشیدگی اور امن میں سرد مہری سے دوچار ھوتے رھے ہیں بلکہ آج بھی حالت جنگ میں ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ انگریزوں کے ھندوستانیوں کے مابین نفرت کے بوئے ھوئے بیج کی مضبوط جڑیں اور اثرات دکھائی دے رھے ہیں۔ کشمیر اپنی حساس جغرافیائی لوکیشن کے باعث دونوں ایٹمی طاقتوں کے مابین تعلقات کی بنیاد میں کسی ایٹم بم کی صورت اختیار کیے ھوئے ھے جو صرف پاک-بھارت کے لیے ہی نہیں پورے خطے کے امن کیلئے بھی خطرے کی گھنٹیاں بجاتا رھتا ھے۔

حواشی وحوالہ جات

1. V. S. Agarwal. *India as known to Panini* (Varanasi: Prithvi Prakashan) Turab Ul Hassan Sargana. *Punjab Aur Jang-i-Azadi 1857-1858.* (Karachi: Oxford University Press). P. 31
2. Sargana. *Punjab Aur Jang-i-Azadi. P. 31*
3. Tariq Rehman. "*The Events of 1857 in Contemporary Writings in Urdu".* Journal of South Asian Studies XXXII. 2nd August 2009. P. 212-29
4. Sargana. *Punjab Aur Jang-i-Azadi. P. 32*
5- Adeel Zafar. *Imagining Industan Overcoming Water Insecurity in the Indus Basin.* (Springer International Publishing). P. 12-13
6. Munawwar Rana. *Dimensions of Pakistan Movement.* (Rawalpindi, Pap-Board). P. 159
7. Rana. *Dimensions of Pakistan Movement.* P. 158
8. Sargana. *Punjab Aur Jang-i-Azadi. P*. 115-116
9. Sargana. *Punjab Aur Jang-i-Azadi. P*. 119
10. Bipan Chandra. *India's Struggle for Independence.* (Panguin Books) 1988. P. 104-106

[11]. Satish Chandran Mittal. *Freedom Movement in Punjab 1909-1929*. (Delhi: Concept Publication Company) P. 13
[12]. Gulab Singh. *Under the Shadows of Gallows*. (Delhi: Taj Press) 1963. P. 6
[13]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P. 159
[14]. Narinder Singh Bhuler. *Sikhaun Ke Liye Hindu Ache Ya Musalman*. (Jalandher: Mohan Press). P. 33
[15]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P. 161
[16]. Ibid. P .161
[17]. Bhuler. *Sikhaun Ke Liye*. P. 7
[18]. Ibid. P. 7
[19]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P .161
[20]. Bhuler. *Sikhaun Ke Liye. P. 10*
[21]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P. 162
[22]. Bhuler. *Sikhaun Ke Liye*. P. 12
[23]. Ibid. P. 19
[24]. Zahid Chauhdry. *Muslim Punjab Ka Siyasi Irtaqa'a 1849-1947*. (Lahore: Shirkat Printing Press). P. 51
[25]. Chauhdry. *Muslim Punjab Ka Siyasi Irtaqa'a*. P. 53
[26]. Ibid. P. 54
[27]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P. 166
[28]. Sardar Sardul Singh Kavishar. *Gandhism Versus Commonsense*. (Lahore: National Publication). P. 14
[29]. Gurbachan Singh and Lal Singh Giani. *The Idea of Sikh State*. (Lahore: Lahore Book Shop) 1946. P. 6-7
[30]. Rana. *Dimensions of Pakistan*. P. 167
[31]. Ibid. P. 168
[32]. Gurbachan and Giani. *The Idea of Sikh State*. P. 10
[33]. M. A. H. Isphani. *Quaid-i-Azam as I Knew Him*. (Karachi: Ferozesons). P. 258
[34]. Mirza Shafuque Hussain. *History of Kashmir: A Study in Documents 1916-39.* (Islamabad: NIHCR). P. Intro. ix
[35]. Hussain. *History of Kashmir*. P. ix
[36]. Ibid. P. ix
[37]. Ibid. P. x